

حدیث غدیر

<?xml encoding="UTF-8">

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی بلا فصل ولایت و خلافت کے لئے ایک روشن دلیل ہے اور محققین اس حدیث کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ جو لوگ آپ کی ولایت سے پس و پیش کرتے ہیں؛ وہ کبھی تو اس حدیث کی سند کو زیر سوال لاتے ہیں اور کبھی سند کو قابل قبول مانتے ہوئے، اس کی دلالت میں تردید کرتے ہیں! اس حدیث کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سند اور دلالت دونوں کے ہی بارے میں معتبر حوالوں کے ذریعہ بات کی جائے۔ غدیر خم کا منظر: ۱۰ ہجری کے آخری ماہ (ذی الحجہ) میں حجۃ الوداع کے مراسم تمام ہوئے اور مسلمانوں نے رسول اکرم سے حج کے اعمال سیکھے۔ حج کے بعد رسول اکرم نے مدینہ جانے کی غرض سے مکہ کو چھوڑنے کا اعلان کرتے ہوئے، قافلہ کو کوچ کا حکم دیا۔ جب یہ قافلہ جحفہ (۱) سے تینمیل کے فاصلے پر رابغ [2] نامی سرزمین پر پہونچا تو غدیر خم کے نقطہ پر جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیت کے ذریعہ خطاب کیا [3] اے رسول! اسپیغام کو پہونچا دیجئے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہو چکا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی کام انجام نہیں دیا؛ اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ آیت کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے کوئی ایسا عظیم کام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپرد کیا ہے، جو پوری رسالت کے ابلاغ کے برابر ہے اور دشمنوں کی مایوسی کا سبب بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر عظیم کام اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت و وصیات و جانشینی کے منصب پر معین کریں؟ لہذا قافلہ کو رکنے کا حکم دیا گیا، جو لوگ آگے نکل گئے تھے وہ پیچھے کی طرف پلٹے اور جو پیچھے رہ گئے تھے وہ آکر قافلہ سے مل گئے۔ ظہر کا وقت تھا اور گرمی اپنے شباب پر تھی؛ حالت یہ تھی کہ کچھ لوگ اپنی عبا کا ایک حصہ سر پر اور دوسرا حصہ پیروں کے نیچے دبائے ہوئے تھے۔ پیغمبر کے لئے ایک درخت پر چادر ڈال کر سائبان تیار کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کے کجاوے سے بنے ہوئے منبر کی بلندی پر کھڑے ہو کر، بلند و رسا آواز میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

غدیر خم میں پیغمبر کا خطبہ :

حمد و ثناء اللہ کی ذات سے مخصوص ہے۔ ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم برائی اور برے کاموں سے بچنے کے لئے اس اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، جس کے علاوہ کوئی دوسرا ہادی و راہنما نہیں ہے۔ اور جس نے بھی گمراہی کی طرف راہنمائی کی وہ اس کے لئے نہیں تھی۔ میں گواہیدیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ ہاں اے لوگو! وہ وقت قریب ہے، جب میں دعوت حق پر لبیک کہتا ہوں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا! تم بھی جواب دہ ہو اور میں بھی جواب دہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں نے تمہارے بارے میں اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا ہے؟ یہ سن کر پورے مجمع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات کی تصدیق کرتے

ہوئے کہا : ہمگواہی دیتے ہیں کہ آپ نے بہت زحمتیں اٹھائیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ؛ اللہ آپ کو اس کا بہترین اجر دے ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اس پوری دنیا کا معبود ایک ہے اور محمد اس کا بند اور رسول ہے؟ اور جنت و جہنم و آخرت کی جاویدانیزندگی میں کوئی شک نہیں ہے؟ سب نے کہا کہ صحیح ہے ہم گواہی دیتے ہیں ۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ،میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد، میری ان دونوں یادگاروں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور بلند آواز میں سوال کیا کہ ان دو اہم چیزوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ایک اللہ کی کتاب ہے جس کا ایک سرا اللہ کی قدرت میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں ہے اور دوسرے میری عترت اور اہلبیت ہیں، اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ ہرگز ایک دوسرے جدا نہ ہوں گے ۔ ہاں اے لوگوں! قرآن اور میری عترت پر سبقت نہ کرنا اور اندونوں کے حکم کی تعمیل میں بھی کوتاہی نہ کرنا ، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اتنا اونچا اٹھایا کہ دونوں کیبغلوں کی سفیدی، سب کو نظر آنے لگی پھر علی سے سب لوگوں سے متعرف کرایا۔ اس کے بعد فرمایا: ”کون ہے جو مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے ؟“ سب نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ”اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں ان کے نفوس پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔“ ہاں اے لوگو! ”من كنت مولاه فهذا علي مولاه اللهم وال من والاه، وعاد من عاداه، واحب من احبه وابغض من ابغضه وانصر من نصره وخذل من خذله وادر الحق معي حيث دار“ جس جس کا میں مولیٰ ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں ، [4] اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے ، اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس پر غضبناک ہو جو علی پر غضبناک ہو ، اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور اس کو رسوا کر جو علی کو رسوا کرے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی مڑیں [5] اوپر لکھے خطبہ [6] کو اگر انصاف کے ساتھ دیکھا جائے تو اس میں جگہ جگہ پر حضرت علی علیہ السلام کی امامت کی دلیلیں موجود ہیں (ہم جلد ہی اس قول کی وضاحت کریں گے)

حدیث غدیر کی جاودانی :

اللہ کا حکیمانہ ارادہ ہے کہ غدیر کا تاریخی واقعہ ایک زندہ حقیقت کی صورت میں ہر زمانہ میں باقی رہے اور لوگوں کے دل اس کی طرف جذب ہوتے رہیں۔ اسلامی قلمکار ہر زمانے میں تفسیر ، حدیث، کلام اور تاریخ کی کتابوں میں اس کے بارے میں لکھتے رہیں اور مذہبی خطیب، اس کو واعظ و نصیحت کی مجالس میں حضرت علی علیہ السلام کے ناقابل انکار فضائل کی صورت میں بیان کرتے رہیں۔ اور فقط خطیب ہی نہیں بلکہ شعراء حضرات بھی اپنے ادبی ذوق ، تخیل اور اخلاص کے ذریعہ اس واقعہ کی عظمت کو چار چاند لگائیں اور مختلف زبانوں میں مختلف انداز سے بہترین اشعار کہہ کر اپنی یادگار چھوڑیں (مرحوم علامہ امینی نے مختلف صدیوں میں غدیر کے سلسلہ میں کہے گئے اہم اشعار کو شاعر کی زندگی کے حالات کے ساتھ معروف ترین اسلامی منابع سے نقل کر کے اپنی کتاب الغدیر میں جو کہ گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے ، بیان کیا ہے ۔) دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں بہت کم ایسے تاریخی واقعات ہیں جو غدیر کی طرح محدثوں، مفسروں، متکلموں، فلسفیوں، خطیبوں، شاعروں، مؤرخوں اور سیرت نگاروں کی توجہ کا مرکز بنے ہوں ۔ اس حدیث کے جاودانی ہونے

کی ایک علت یہ ہے کہ اس واقعہ سے متعلق دو آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں [7] لہذا جب تک قرآن باقی رہے گا یہ تاریخی واقعہ بھی زندہ رہے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارویں ذی الحجۃ الحرام مسلمانوں کے درمیان روز عید غدیر کے نام سے مشہور تھی یہاں تک کہ ابن خلکان، المستعلی بن المستنصر کے بارے میں لکھتا ہے کہ ۴۸۷ھ میں عید غدیر خم کے دن جو کہ اٹھارہ ذی الحجۃ الحرام ہے، لوگوں نے اس کی بیعت کی [8] اور المستنصر باللہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ۴۸۷ھ میں جب ذی الحجۃ الحرام کی آخری بارہ راتیں باقی رہ گئیں تو وہ اس دنیا سے گیا اور جس رات میوہ دنیا سے گیا ماہ ذی الحجۃ کی اٹھارویں شب تھی جو کہ شب عید غدیر ہے۔ [9] دلچسپ یہ ہے کہ ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیہ میں عید غدیر کو ان عیدوں میں شمار کیا ہے جن میں تمام مسلمان خوشیاں مناتے تھے اور اہتمام کرتے تھے [10] صرف ابن خلکان اور ابوریحان بیرونی نے ہی اس دن کو عید کا دن نہیں کہا ہے، بلکہ اہل سنت کے مشہور معروف عالم ثعلبی نے بھی شب غدیر کو امت مسلمہ کے درمیان مشہور شبوں میں شمار کیا ہے [11] اس اسلامی عید کی بنیاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رکھی جا چکی تھی، کیونکہ آپ نے اس دن تمام مہاجر، انصار اور اپنی ازواج کو حکم دیا کہ علی علیہ السلام کے پاس جاؤ اور امامت و ولایت کے سلسلہ میان کو مبارکباد دو۔ زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر مہاجرین میں سے وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور مبارکباد دی۔ بیعت اور مبارکبادی کیا یہ سلسلہ مغرب تک چلتا رہا

راویان حدیث :

اس تاریخی واقعہ کی اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سو دس اصحاب نے نقل کیا ہے۔ [13] البتہ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد میں سے صرف انہیں اصحاب نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل سنت کے علماء نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں صرف انہیں ایک سو دس افراد کا ذکر ملتا ہے۔ دوسری صدی، جس کو تابعان کا دور کہا گیا ہے اس میں ۸۹ افراد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بعد کی صدیوں میں بھی اہل سنت کے تین سو ساڑھے علماء نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور علماء اہل سنت کی ایک بڑی تعداد نے اس حدیث کی سند اور صحت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اسگروہ نے صرف اس حدیث کو بیان کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس حدیث کی سند اور افادیت کے بارے میں مستقل طور کتابیں بھی لکھی ہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ عالم اسلام کے سب سے بڑے مورخ طبری نے ”الولایت فی طرق حدیث الغدیر“ نامی کتاب لکھی اور اس حدیث کو ۷۵ طریقوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا۔ ابن عقدہ کوفی نے اپنے رسالہ ولایت میں اس حدیث کو ۱۰۵ افراد سے نقل کیا ہے۔ ابوبکر محمد بن عمر بغدادی جو کہ جمعانی کے نام سے مشہور ہے انہوں نے اس حدیث کو ۲۵ طریقوں سے بیان کیا ہے۔

اہل سنت کے مشہور علماء اور حدیث غدیر :

احمد بن حنبل شیبانی، ابن حجر عسقلانی، جزریشافعی، ابوسعید سجستانی، امیر محمد یمنی، نسائی، ابو الاعلاء ہمدانی اور ابوالعرفان حبان نے اس حدیث کو بہت سی سندوں [14] کے ساتھ نقل کیا ہے۔ شیعہ علماء نے بھی اس تاریخی واقعہ کے بارے میں بہت سی اہم کتابیں لکھیں ہیں اور اہل سنت کی مشہور کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے جامع ترین کتاب ”الغدیر“ ہے، جو عالم اسلام کے مشہور مؤلف مرحوم علامہ امینی کے قلم کا شاہکار ہے۔ (اس کتابچہ کو لکھنے کے لئے اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے)۔ (بہر حال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو اپنا جانشین بنانے کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! ابھی ابھی جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے [15] آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو بھی تمام کیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا: ”اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے آئین اور نعمتوں کو پورا کیا اور میرے بعد علی علیہ السلام کی وصایت و جانشینی سے خوشنود ہوا۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلندی سے نیچے تشریف لائے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ: ”جاؤ خیمے میں جا کر بیٹھو، تاکہ اسلام کی بزرگ شخصیتیں آپ کی بیعت کرتے ہوئے مبارکباد پیش کریں۔ سب سے پہلے شیخین (ابوبکر و عمر) نے حضرت علی علیہ السلام کو مبارکباد پیش کی اور ان کو اپنا مولا تسلیم کیا۔ حسان بن ثابت نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے ایک قصیدہ کہہ کر اس کو پڑھا، یہاں پر اس قصیدے کے صرف دو اہم اشعار بیان کر رہے ہیں: فقال له قم يا علي فانني فاني رضيتك من بعدى اماماً وبادياً فمن كنت مولاه فهذا وليه فكونوا له اتباع صدق مواليا يعني علي عليه السلام سے فرمایا: ”اٹھو میں نے آپ کو اپنی جانشینی اور اپنے بعد لوگوں کی امامت و راہنمائی کے لئے منتخب کر لیا۔“ جس جس کا میمولا ہوں اس اس کے علیمولا ہیں۔ تم، کہ ان کو دل سے دوست رکھتے ہو، بس ان کی پیروی کرو۔ [16] یہ حدیث علی علیہ السلام کی تمام صحابہ پرفضیلت اور برتری کے لئے سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے مجلس شورائے خلافت میں (جو کہ دوسرے خلیفہ کے مرنے کے بعد منعقد ہوئی) [17] اور عثمان کی خلافت کے زمانہ میں اور اپنی خلافت کے دوران بھی اس پر احتجاج کیا۔ [18] اس کے علاوہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا جیسی عظیم شخصیت نے بھی حضرت علی علیہ السلام کی والا مقامی سے انکار کرنے والوں کے سامنے، اسی حدیث سے استدلال کیا۔ [19] مولیٰ سے کیا مراد ہے؟ یہاں پر سب سے اہم مسئلہ مولیٰ کے معنی کی تفسیر ہے جو کہ وضاحت میں عدم توجہ اور لاپرواہی کا نشانہ بنی ہوئے۔ کیونکہ اس حدیث کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے اس حدیث کی سند کے قطعی ہونے میں کوئی شک و تردید باقی نہیں رہتی، لہذا بہانہ تراشنے والے افراد اس حدیث کے معنی و مفہوم میں شک و تردید پیدا کرنے میں لگ گئے، خاص طور پر لفظ مولیٰ کے معنی میں، مگر اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ صراحت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ مولیٰ اس حدیث میں بلکہ اکثر مقامات پر ایک سے زیادہ معنی نہیں دیتا اور وہ ”اولویت اور شائستگی“ ہے دوسرے الفاظ میں مولیٰ کے معنی ”سرپرستی“ ہے قرآن میں بہت سی آیات میں لفظ مولیٰ سرپرستی اور اولیٰ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ مولیٰ ۱۸ آیات میں استعمال ہوا ہے جن میں سے دس مقامات پر یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی مولائیت اس کی سرپرستی اور اولویت کے معنی میں ہے۔ لفظ مولیٰ بہت کم مقامات پر دوست کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس بنیاد پر مولیٰ کے معنی میں درجہ اولیٰ ہونے

میٹکوئی شک و تردید نہیں کرنی چاہئے۔ حدیث غدیر میںبھیلفظ مولا اولویت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کے ساتھ بہت سے ایسے قرائن و شواہد ہیں جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہاں پر مولا سے مراد اولویت اور سرپرستی ہی ہے۔ اس دعوے کے دلائل : فرض کرو کہلفظ مولیٰ کے لغت میں بہت سے معنی ہیں ،لیکن تاریخ کے اس عظیم واقعہ وحدیثغدیر کے بارے میں بہت سے ایسے قرائن و شواہد موجود ہیں جو ہر طرح کے شک وشبہات کو دور کرکے حجت کو تمام کرتے ہیں ۔

دلیل اول :

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ غدیر کے تاریخی واقعہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر ان کے مضمون کو اشعار کی شکل میں ڈھالا۔ اس فصیح و بلیغ وار عربی زبان کے رموز سے آشنا شخص نے لفظ مولا کی جگہ لفظ امام و ہادی کو استعمال کیا اور کہا : فقال له قم يا علي فأننى فأننى رضيتك من بعدى اماماً و هادياً [20] یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا : اے علی ! اٹھو کہ میں نے تم کو اپنے بعد امام و ہادی کی شکل میںمنتخب کر لیا ہے ۔ اس شعر سے ظاہر ہے کہ شاعر نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال کردہ لفظ مولا کو امامت، پیشوا، ہدایت اور امت کی رہبر کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال نہیں کیا ہے ۔ اور یہ شاعر عرب کے فصیح و اہل لغت افراد میں شمار ہوتا ہے ۔ اور صرف عرب کے اس عظیم شاعر حسان نے ہی اس لفظ مولا کو امامت کے معنی میں استعمال نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے بعد آنے والے تمام اسلامی شعراء نے جو عرب کے مشہور شعراء وادباء تھے اور عربی زبان کے استاد شمار ہوتے تھے، انہوں نے بھی اس لفظ مولا سے وہی معنی مراد لئے ہیں جو حسان نے مراد لئے تھے یعنی امامت ۔

دوسری دلیل :

حضرت امیر علیہ السلام نے جو اشعار معاویہ کو لکھے ان میں حدیث غدیر کے بارے میں یہ فرمایا کہ واوجب لی ولایتہ علیکم رسول اللہ یوم غدیر خم [21] یعنی اللہ کے پیغمبر نے غدیر کے دن میری ولایت کو تمہارے اوپر واجب قرار دیا۔ امام سے بہتر کون شخص ہے، جو ہمارے لئے اس حدیث کی تفسیر کر سکے؟ اور بتائے کہ غدیر کے دن اللہ کے پیغمبر نے ولایت کو کس معنی میں استعمال کیا ہے؟ کیا یہ تفسیر یہ نہیں بتا رہی ہے کہ واقعہ غدیر میں موجود تمام افراد نے لفظ مولا سے امامت کے علاوہ کوئی دوسرا معنی نہیں سمجھا ؟

تیسری دلیل :

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ” من كنت مولاه “ کہنے سے پہلے یہ سوال کیا کہ ”الست اولیٰ بکم من انفسکم؟“ کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا ہوں؟ پیغمبر کے اس سوال میں لفظ اولیٰ بنفس کا استعمال ہوا ہے۔ پہلے سب لوگوں سے اپنی اولویت کا اقرار لیا اور اسکے بعد بلا فصل ارشاد فرمایا: ” من كنت مولاه فهذا علي مولاه “ یعنی جس جسکا میمولا ہوں اس اس کے علی مولا ہیں۔ ان دو جملوں کو ملانے کا ہدف کیا ہے؟ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ہدف ہو سکتا ہے کہ بنص قرآن جو مقام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے، وہی علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت کریں؟ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وہ پیغمبر ہیں اور علی علیہ السلام؛ نتیجہ میں حدیث غدیر کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ جس جس سے میری اولویت کی نسبت ہے اس اس سے علی علیہ السلام کو بھی اولویت کی نسبت ہے۔ [22] اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے علاوہ اور کوئی ہدف ہوتا، تو لوگوں سے اپنی اولویت کا اقرار لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ انصاف سے کتنی دور ہوئی بات ہے کہ انسان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسپیغام کو نظر انداز کر دے اور تمام قرائن کی روشنی میں آنکھیں بند کر کے گزر جائے۔

چوتھی دلیل :

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کلام کے آغاز میں لوگوں سے اسلام کے تین اہم اصول کا اقرار کرایا اور فرمایا ”الست تشہدون ان لا اله الا الله وان محمد ا عبده ورسوله وان الجنة حق والنار حق؟“ یعنی کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اس کے عبد و رسول ہیں اور جنت و دوزخ حق ہیں؟ یہ سب اقرار کرانے سے کیا ہدف تھا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہدف تھا کہ وہ علی علیہ السلام کے لئے جس مقام و منزلت کو ثابت کرنا چاہتے تھے، اس کے لئے لوگوں کے ذہن کو آمادہ کر رہے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ولایت و خلافت کا اقرار دین کے ان تین اصول کی مانند ہے، جن کے سب معتقد ہیں؟ اگر مولا سے دوست یا مددگار مراد لیں تو ان جملوں کا آپسی ربط ختم ہو جائے گا اور کلام کی کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

پانچویں دلیل :

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبے کے شروع میں، اپنی رحلت کے بارے میں فرمایا کہ: ”انی اوشک ان ادعی فاجیب“ یعنی قریب ہے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہوں [23] یہ جملہ اس بات کا عکاس ہے کہ پیغمبر اپنے بعد کے لئے کوئی انتظام کرنا چاہتے ہیں، تاکہ رحلت کے بعد پیدا ہونے والا خلا پر ہو سکے، اور جس سے یہ خلا پر ہو سکتا ہے وہاں سے لائق و عالم جانشین کا تعین ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت

کے بعد تمام امور کی باگڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔ جب بھی ہم ولایت کی تفسیر خلافت کے علاوہ کسی دوسری چیز سے کریں گے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملوں میں پایا جانے والا منطقی ربط ختم جائے گا، جبکہ وہ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرنے والے ہیں۔ مسئلہ ولایت کے لئے اس سے زیادہ روشن اور کیا ہو قرینہ ہو سکتا ہے۔

چھٹی دلیل :

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”من كنت مولاه“ جملے کے بعد فرمایا کہ : ”اللہ اکبر علیا کمال الدین و اتمام النعمت و رضی ربی برسالتی والولایت لعلی من بعدی“ اگر مولا سے دوستی یا مسلمانوں کی مدد مراد ہے تو علی علیہ السلام کی دوستی، مودت و مدد سے دین کس طرح کامل ہو گیا اور اس کی نعمتیں کس طرح پوری ہو گئیں؟ سب سے روشن یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت سے راضی ہو گیا [24] کیا یہ سب خلافت کے معنی پر دلیل نہیں ہے؟

ساتویں دلیل :

اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ شیخین (ابوبکر و عمر) و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حضرت کے منبر سے اترنے کے بعد علی علیہ السلام کو مبارکباد پیش کی اور مبارکبادی کا یہ سلسلہ مغرب تک چلتا رہا۔ شیخین وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے امام کو ان الفاظ کے ساتھ مبارکباد دی ”بنیاً لک یا علی بن ابی طالب اصبحت و امسیت مولای و مولی کل مومن و مؤمنہ“ [25] یعنی اے علی بن ابی طالب آپ کو مبارک ہو کہ صبح و شام میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔ علی علیہ السلام نے اس دن ایسا کونسا مقام حاصل کیا تھا کہ اس مبارکبادی کے مستحق قرار پائے؟ کیا مقام خلافت، زعامت اور امت کی رہبری، کہ جس کا اس دن تک رسمی طور پر اعلان نہیں ہوا تھا، اس مبارکبادی کی وجہ نہیں تھی؟ محبت و دوستی تو کوئی نئی بات نہیں تھی۔

آٹھویں دلیل :

اگر اس سے حضرت علی علیہ السلام کی دوستی مراد تھی تو اس کے لئے تو یہ ضروری نہیں تھا کہ جہلسا دینے والی گرمی میں اس مسئلہ کو بیان کیا جاتا۔ ایک لاکھ سے زیادہ افراد پر مشتمل قافلہ کو روکا جاتا اور تیز دھوپ میں چٹیل میدان کے تپتے ہوئے پتھروں پر لوگوں کو بیٹھا کر مفصل خطبہ بیان کیا جاتا۔ کیا قرآن نے تمام مومنین

کو ایک دوسرے کا بھائی نہیں کہا ہے؟ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے [26] مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ کیا قرآن نے دوسری آیتوں میں مومنین کو ایک دوسرے کے دوست کی شکل میں نہیں پہنچنایا ہے؟ اور علی علیہ السلام بھی اسی مومن سماج کی ایک فرد تھے، لہذا کیا ان کی دوستی کے اعلان کی الگ سے کیا ضرورت تھی؟ اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس اعلان میں دوستی ہی مد نظر تھی تو پھر اس کے لئے ناسازگار ماحول میں ان سب انتظامات کی ضرورت تھی؟ یہ کام تو مدینہ میں بھی کیا جا سکتا تھا۔ یقیناً کوئی بہت اہم مسئلہ درکار تھا جس کے لئے ان استثنائی مقدمات کی ضرورت پیش آئی، کیونکہ اس طرح کے انتظامات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نہ کبھی پہلے دیکھے گئے اور نہ ہی اس واقعہ کے بعد نظر آئے۔ اب آپ فیصلہ کریں: اگر، ان روشن قرائن کی موجودگی میں بھی کوئی شک کرے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد امامت و خلافت نہیں تھا تو کیا یہ تعجب والی بات نہیں ہے؟ وہ افراد جو اس میں شک کرتے ہیں اپنے آپ کو کس طرح مطمئن کریں گے اور روز محشر اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ یقیناً اگر تمام مسلمان تعصب کو چھوڑ کر از سر نو حدیث غدیر پر تحقیق کریں تو حقیقی و صحیح نتیجوں پر پہنچیں گے اور یہ کام مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں آپس میں اتحاد میں اضافہ کا سبب بنے گا اور اس طرح اسلامی سماج ایک نئی شکلاختیار کر لیگا۔

تین پر معنی حدیثیں: اس مقالہ کے آخر میں تین پر معنی حدیثوں پر بھی توجہ فرمائیں۔ الف: حق کس کے ساتھ ہے؟ زوجات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ام سلمہ اور عائشہ کہتی ہیں کہ ہم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”علی مع الحق و الحق مع علی یفترقا حتی یردا علی الحوض“ علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے، اور یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔ یہ حدیث اہل سنت کی بہت سی مشہور کتابوں میں موجود ہے۔ علامہ امینی نے ان کتابوں کا ذکر ا لغدیر کی تیسری جلد میں کیا ہے [27] اہل سنت کے مشہور مفسر قرآن، فخر رازی نے تفسیر کبیر میں سورہ حمد کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ”حضرت علی علیہ السلام بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ جو دین میعلی علیہ السلام کی اقتدا کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور اس کی دلیل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اللہم ادر لحق مع علی حیث دار“ اے اللہ حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی مڑے [28] قابل توجہ ہے یہ حدیث جو یہ کہہ رہی ہے کہ علی علیہ السلام کی ذات حق کا مرکز ہے۔ پیمان برا در: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ایک مشہور گروہ نے اس حدیث کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: ”آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحاب فاخی بینابی بکر و عمر، وفالان و فلان، فجاء علی رضی اللہ عنہ فقال آخیت بینا صاحبک و لم تواخ بینی و بین احد؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت آخی فی الدنیا والآخرۃ“ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان صیغہ اخوت جاری کیا، ابوبکر کو عمر کا بھائی بنایا اور اسی طرح سب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ اسی وقت حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ نے سب کے درمیان بھائی کا رشتہ قائم کر دیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”آپ دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں“ اسی سے ملتا جلتا مضمون اہل سنت کی کتابوں میں ۴۹ جگہوں پر ذکر ہوا ہے۔ [29] کیا حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بھائی کا رشتہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ امت میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں؟ کیا افضل کے ہوتے ہوئے مفضل کے پاس جانا چاہئے؟ نجات

کا تنہا ذریعہ : ابوذر نے خانہ کعبہ کے در کو پکڑ کر کہا کہ جو مجھے جانتا ہے، وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں ابوذر ہوں، میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا : ” مثل اہلبیتی فیکم مصل سفینۃ نوح، من رکبہا نجیومن تخلف عنہا غرق “ تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے، جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ [30] جس دن توفان نوح نے زمین کو اپنی گرفت میں لیا تھا، اس دن نوح علیہ السلام کی کشتی کے علاوہ نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ وہاں چا پہاڑ بھی، جس کی چوٹی پر نوح علیہ السلام کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا نجات دے سکا۔ کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق، ان کے بعد اہل بیت علیہم السلام کے دامن سے وابستہ ہونے کے علاوہ نجات کا کوئی دوسرا راستہ ہے؟

حوالہ جات

- [1] یہ جگہ احرام کے میقات کی ہے اور ماضی میں یہاں سے عراق، مصر اور مدینہ کے راستے جدا ہو جاتے تھے۔
- [2] رابع اب بھی مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے۔
- [3] سورہ مائدہ آیہ / ۶۷
- [4] پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطمینان کے لئے اس جملے کو تین بار کہا تاکہ بعد میں کوئی مغالطہ نہ ہو۔
- [5] یہ پوری حدیث غدیر یا فقط اس کا پہلا حصہ یا فقط دوسرا حصہ ان مسندوں میں آیا ہے ۔ (الف) مسند احمد ابن حنبل ص / ۲۵۶ (ب) تاریخ دمشق ج / ۲۲ ص / ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۴۸ (ج) خصائص نسائی ص / ۱۸۱ (د) المعجم الکبیر ج / ۱۷ ص / ۳۹ (ه) سنن ترمذی ج / ۵ ص / ۶۳۳ (و) المستدرک الصحیحین ج / ۱۳۲ ص / ۱۳۵ (ز) المعجم الاوسط ج / ۶ ص / ۹۵ (ح) مسند ابی یعلی ج / ۱ ص / ۲۸۰، المحاسن والمساوی ص / ۲۱ (ط) مناقب خوارزمی ص / ۱۰۲، اور دیگر کتب۔
- [6] اس خطبہ کو اہل سنت کے بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ۔ جیسے (الف) مسند احمد ج / ۱ ، ص / ۸۲ ، ۸۸ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۵۲ ، ۳۳۲ ، ۲۸۱ ، ۳۳۱ ، اور ۳۷۰ (ب) سنن ابن ماجہ ج / ۱ ، ص / ۵۵ ، ۵۸ (ج) المستدرک الصحیحین نیشاپوری ج / ۳ ص / ۱۱۸ ، ۶۱۳ (ج) سنن ترمذی ج / ۵ ص / ۶۳۳ (د) فتح الباری ج / ۷۹ ص / ۷۴ (ه) تاریخ خطیب بغدادی ج / ۸ ص / ۲۹۰ (و) تاریخ خلفاء، سیوطی / ۱۱۲، اور دیگر کتب۔
- [7] سورہ مائدہ آیہ / ۳ ، ۶۷
- [8] وفایۃ الآیان / ۶۰
- [9] وفایۃ الآیان ج / ۲ ص / ۲۲۳
- [10] ترجمہ آثار البقایہ ص / ۳۹۵ ، الغدیر / ۱ ، ص / ۲۶۷
- [11] ثمار القبول اعیان / ۱۱
- [12] عمر بن خطاب کی مبارک بادی کا واقعہ اہلسنت کی بہت سی کتابوں میں ذکر ہوا ہے ۔ ان میں سے خاص خاص یہ ہیں (الف) مسند ابن حنبل ج / ۶ ، ص / ۱۰۲ (ب) البدایہ ونہایہ ج / ۵ ص / ۲۰۹ (ج) الفصول المہمہ ابن

صباغ ص / ۴۰ (د) فرائد السمطين ، ج / ۱ ، ۱ / ۷۱ ، اسی طرح ابوبکر ، عمر ، عثمان ، طلحہ و زبیر کی مبارکبادی کا ماجرا بھی بہت سی دوسری کتابوں میں بیان ہوا ہے جیسے مناقب علی بن ابی طالب ، تالیف : احمد بن محمد طبری ، الغدير ج / ۱ ص / ۲۷۰

[13] اس اہم سند کا ذکر دوسری جگہ پر کریں گے

[14] سندوں کا یہ مجموعہ الغدير کی پہلی جلد میں موجود ہے جو اہل سنت کی مشہور کتابوں سے جمع کیا گیا ہے -

[15] سورہ مائدہ آیہ / ۳

[16] حسان کے اشعار بہت سی کتابوں میں نقل ہوئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں : مناقب خوارزمی ، ص / ۱۳۵ ، مقتل الحسين خوارزمی ، ج / ۱ ، ص / ۲۷ ، فرائد السمطين ج / ۱ ، ص / ۷۳ و ۷۴ ، النور المشتعل ، ص / ۵۶ ، المناقب کوثر ج / ۱ ، ص / ۱۱۸ و ۳۶۲

[17] یہ احتجاج جس کو اصطلاح میں ” مناشدہ ” کہا جاتا ہے حسب ذیل کتابوں میں بیان ہوا ہے : مناقب اخطب خوارزميحنفی ص / ۲۱۷ ، فرائد السمطين حموينی باب / ۵۸ ، الدر النظيم ابن حاتم شامي ، وصواعق المحرقہ ابن حجر عسقلانی ص / ۷۵ ، امالی بن عقدہ ص / ۷ و ۲۱۲ ، شرح نهج البلاغه ابن الحديد ج / ۲ ص / ۶۱ ، الاستيعاب ابن عبد البر ج / ۳ ، ص / ۳۵ ، تفسير طبري ج / ۳ ص / ۲۱۸ ، سورہ مائدہ کی ۵۵ آیہ کے تحت